

اس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اس کے لاٹکر ہیں اور تمہارے ہی قلب و ضمیر اس کے جاسوس ہیں اور تمہاری تھائیوں (کے عشرت کدے) اس کی نظروں کے سامنے ہیں۔

--☆☆--

### خطبہ (۱۹۸)

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چلتا پڑہ اور ہوشیار نہیں ہے، مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوتا نہیں اور بدکدراریوں سے باز نہیں آتا۔ اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و وزیر ک ہوتا، لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہو گا جس سے وہ پچانچا جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جاسکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جاسکتا ہے۔

--☆☆--

خُبْرًا، وَ أَحَاطَ بِهِ عِلْمًا، أَعْضَاوُكُمْ  
شُهُودَةً، وَ جَوَارِ حُكْمٍ جُنُودَةً، وَ ضَيَّاعُكُمْ  
عِيُونَهُ، وَ خَلَوَاتُكُمْ عِيَانَهُ.

-----☆☆-----

### (۱۹۸) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْحَلَامُ

وَاللَّهُ مَا مُعَاوِيَةٌ بِإِذْنِي مِنْيُ،  
وَ لِكِنَّهُ يَغْدِرُ وَ يَفْجُرُ، وَ لَوْلَا كَرَاهِيَةُ  
الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ أَذْهَى النَّاسِ، وَ لِكِنْ  
كُلُّ غَدْرٍ فَجْرَةٌ، وَ كُلُّ فَجْرَةٍ كَفْرَةٌ.  
وَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ.  
وَاللَّهُ مَا أُسْتَغْفَلُ بِالْمُكْبِدَةِ،  
وَ لَا أُسْتَغْمِرُ بِالشَّدِيدَةِ.

-----☆☆-----

۱۔ وہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ، شرعی قید و بند سے آزاد اور جزا و سزا کے تصور سے نا آشنا ہوتے ہیں، ان کیلئے مطلب برآری کیلئے جیل و ذرائع کی کمی نہیں ہوتی۔ وہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں۔ لیکن جہاں انسانی و اسلامی تقاضے اور اخلاقی و شرعی حد میں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کامیداں تنگ اور جوانا کا عمل کی وسعت محدود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلط انہی تدبیر و حکیم کا تیجہ تھا کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ مثلاً وحram کا سوال اس کیلئے سرداہ ہوتا تھا اور نہ پاداش آخترت کا کوئی خوف اسے ان مطلق العناینوں اور پیਆ کیوں سے روکتا تھا۔ جیسا کہ امام راغب اصفہانی اس کی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ غَايِيْهِ إِلَّا دَرْكَ الْغَايِيَةِ بِالْخَلِيلَةِ حَلَّ أَوْ حَرْمَ، ثُمَّ لَمْ يَكُنْ يُبَالِي بِالْدِيْنِ وَ لَا  
يَتَفَكَّرُ فِي سَخْطِ رَبِّ الْعَلَمِيْنَ.

اس کا ملکح نظر یہی ہوتا تھا کہ جس طرح بن پڑے اپنا مطلب پورا کرو۔ مثلاً وحram سے اسے کوئی واسطہ تھا، نہ دین کی اسے کوئی پرواہ تھی اور نہ خدا کے غصب کی کوئی فکر تھی۔ (محاضرات)

چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے غلط بیانی و افترا پر دعا زی کے سہارے ڈھونڈا ہے، طرح طرح کے مکروہ فریب کے حربے استعمال کئے اور جب یہ دیکھا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کو جنگ میں الجھائے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو: **طلحہ وزیر کو آپ کے خلاف ابھار کر کھڑا کر دیا۔**

اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو شامیوں کو بھڑکا کر جنگ صفين کا فتنہ برپا کر دیا۔ اور پھر حضرت عمارؑ کی شہادت سے جب اس کا فلم و عدو ان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فرمی یہ کہلئے کبھی یہ کہہ دیا کہ عمار کے قاتل علیؑ ہیں، کیونکہ وہی انہیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیث پیغمبرؐ میں افظع «الْفَعَةُ الْبَاعِيَةُ» کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنی "باغی گروہ" کے نہیں، بلکہ اس کے معنی "طلب کرنے والی جماعت" کے ہیں۔ یعنی عمار اس گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے جو غون عثمان کے قصاص کا طالب ہو گا۔ حالانکہ اس حدیث کا دروس رائج ہوا: «يَدْعُونَهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُمْ إِلَى النَّارِ»: "umar ان کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلا ہیں گے"؛ اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا انہیں کرتا۔

جب ایسے اوچھے ہتھیاروں سے بھی فتح و کامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کا پر فریب حرہ استعمال کیا، حالانکہ اس کی نظروں میں نقر آن کا کوئی وزن اور نہ اس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی۔ اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر یہ حقیقت کھل گئی کہ عمر و ابن العاص نے ابو موتی کو فریب دے کر اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دور کا بھی لگا ہے۔ نہیں ہے تو وہ اس پر فریب تھیم کے فیصلہ پر رضا مند نہ ہوتا اور عمر و ابن العاص کو اس فریب کاری کی مزداد تیایا کم از کم تنبیہ و سرزنش کرتا۔ مگر یہاں تو اس کے کارنامول پر اس کی تحسین و آفرین کی جاتی ہے اور اس کا گردگی کے صلہ میں اسے مصرا کا گورن بنادیا جاتا ہے۔

اس کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کی سیرت، شریعت و اخلاق کے اعلیٰ معیار کا نمونہ تھی۔ وہ ناموفق حالات میں بھی حق و صداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پا کیزہ زندگی کو حید و مکر کی آلودگیوں سے آلوہ نہ ہونے دیتے تھے۔ وہ چاہتے تھے جیلوں کا توڑھیلوں سے کر سکتے تھے اور اس کی راکت آمیز حرثوں کا جواب ویسی ہی حرثوں سے دیا جاسکتا تھا، جیسے اس نے فرات پر پھر ابٹھا کر پانی روک دیا تھا تو اس کو اس امر کے حوالہ میں پیش کیا جا سکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر بقسنہ کر لیا تو ان پر بھی پانی بند کر دیا جاتا اور اس ذریعہ سے ان کی وقت حرب و ضرب کو مضمحل کر کے انہیں مغلوب بنا لیا جاتا۔ مگر امیر المؤمنین علیہ السلام ایسے نگ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین و اخلاق اجازت نہیں دیتا کبھی اپنے دامن کو آلوہ نہ ہونے دیتے تھے۔ اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو شکن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کیلئے ظاہر و باطن کی دورنگی کو سیاست و حنتدیر سے تغیر کرتے ہیں، مگر امیر المؤمنین علیہ السلام کسی موقعہ پر فریب کاری و دورنگی سے اپنے اقتدار کے اختکام کا تصور بھی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب لوگوں نے آپ کو یہ مشورے دیتے کہ عثمانی دور کے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رہنے دیا جائے اور طلحہ وزیر کو کوفہ و بصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنا لیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اس کے دنیوی تدریسے فائدہ

اٹھایا جائے تو آپ نے دنیوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور معاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا:

إِنَّ أَقْرَرْتُ مُعَاوِيَةً عَلَىٰ مَا فِي يَدِهِ كُنْثَ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَصْدًا.

اگر میں معاویہ کو اس کے مقبوضہ علاقے پر برقرار رہنے والوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا

وقت بازو بنا رہا ہوں۔ (استیغاب، ج ۱ ج ۲۵۹)

ظاہر ہیں لوگ صرف ظاہری کامیابی کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذراں سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ شاطرانہ چالوں اور عیارانہ گھاؤں سے جسے کامیاب و کامران ہوتے دیکھتے ہیں اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اسے مدد و بافهم اور سیاست دان و بیدار مغزا اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الہی تعلیمات اور اسلامی بدایات کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور تھکنہوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریقے کار سے حاصل کی ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ ان کی نظر وہ میں سیاست سے نا آشنا اور سوچ جو بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول و شرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ جو منزل کامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اسے قدم آگے بڑھانے سے روک دیتی ہیں۔



## خطبه (۱۹۹)

اے لوگو! بہادیت کی راہ میں بہادیت پانے والوں کی کمی سے گھبرانہ جاؤ، کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوان نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پری کی مدت کم اور گرسنگی کا عرصہ دراز ہے۔

اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضنگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قومِ شموط کی اونٹی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا، کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر رضا مند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: ”انہوں نے اونٹی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کئے پر) نادم و پریشان ہوئے۔“ (عذاب کی آمد یوں تھی) کہ زمین کے دھنے (اور زلزلوں کے جھکنوں

(۱۹۹) وَمِنْ كَلَمِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْحَلَامُ

أَيُّهَا النَّاسُ! لَا تَسْتَوْ حِشْوُا فِي طَرِيْقٍ  
الْهُدَى لِقَلَّةِ أَهْلِهِ، فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ اجْتَمَعُوا  
عَلَىٰ مَآئِدَةٍ شَبَعُهَا قَصِيرٌ، وَ جُوْعُهَا كَلِيلٌ.  
أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ  
الرِّضِيُّ وَ السُّخْطُ. وَ إِنَّمَا عَقَرَ  
نَاقَةَ شَمُودَ رَجُلٌ وَاحِدٌ  
فَعَيَّهُمُ اللَّهُ بِالْعَذَابِ لَهَا عَمُودٌ  
بِالرِّضِيِّ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿فَعَقَرُوهَا  
فَأَصْبَحُوهَا نُدِيمِين﴾، فَمَا كَانَ  
إِلَّا أَنْ خَارَثَ أَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ